سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خوشی سے مرنہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

شراب و شاہد و مطرب ' مُغنیہ بدبُو
یہ میرے عہد کا جوبن ' یہ پھیلے گا ہر سُو
فساد و فتنہ و دشنہ ' عذابِ مہنگائی
سوائے اس کے غریبوں کو عقل کیا آئی
ہلاکِ کوئے سیاست غریب ہے اب بھی
سوارِ دوشِ حکومت امیر ہے اب بھی

یہ امیروں کی دنیا ہے' جاگیردار اس دنیا کے بدکردار ایکٹر ہیں۔ اور سرمایہ دار اس دنیا کے خرکار'...... گناہ کو لذیذ انہوں نے بنایا' گناہ کو کلچر میں انہوں نے تبدیل کیا' گناہ کو شعوری دنیا دی' گناہ کو وقت کی ضرورت بنادیا۔ گناہ کو آرٹ اور فن کا درجہ دیا۔ بدمعاش' بدقماش اور سفلۂ قلاش کو فنکار کا رتبہ دیا۔ اسے سماج میں معزز بنایا۔ اسے ملک کا نمائندہ وسفیر کہا اسے بیرون ملک اپنے بھڑوے پن کے مظاہرے کے لیے تمام سہولتیں مہیّا کیں۔ اسے میڈیا کے ذریعے شہرت بخشی۔ اس کی مالی وقانونی سرپرستی کی' زندقہ والحاد کے لاشے کو سؤسؤر' شراب و کباب سے توانا کیا، یعنی ابلیس کو ننگا ناچنے کے لیے آرٹ کونسلوں کے سٹیج مہیّا کیے۔

قراردادِ پاکستان اور پاکستان کا مطلب کیا' ۴۸ برسوں میں دُم دار ستارہ بن کر گیا۔ اس کے طلوع ہوتے ہی وزارتِ داخلہ پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے' ابرو کے زاویے بننے لگتے ہیں' ہونٹ پھڑ پھڑانے لگتے ہیں' گلا چیخنے' چنگھاڑنے کا فرضِ منصبی ادا کرنے لگتا ہے' پاؤں پٹخنے کا عمل تیز ہوجاتا ہے' خدا کی زمین پر تکبر وغرور بے قابو ہوجاتا ہے' انسانی قتل و غارت گری شیوۂ اقتدار واختیار بن جاتا ہے' یہ نام نہاد مسلمان ہلاکو اور چنگیز خاں کی یاد تازہ کردیتا ہے۔ یہ اپنے اندر کی چنگیزی تاریکی کو کمزوروں' ضعیفوں پر مسلّط کرتا ہے۔ نقاشِ پاکستان نے فرمایا ہے

''ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات''

''کلچر وں'' کو وزارت داخلہ' جان کی امان دیتی ہے۔ انہیں اپنی حفاظت میں لے لیتی ہے' اپنی حفاظت میں خسروانہ عنایتوں کے سایۂ عاطفت میں وہ سب کچھ کرنے دیا جاتا ہے جو رمزی یوسف اور اعظم طارق سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بھیڑ کو بھیڑیا کہا جاتا ہے۔ بھیڑیا بھوکا ہو تو شیر پر بھی جھپٹتا ہے۔ جس طرح مغلوب بلّی انسان پر جھپٹتی ہے۔

یہ ہے جمہوری تحفہ' بیسیوں انسانوں کے قاتل امن کی فاختائیں اڑا رہے ہیں اور غریبوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھی ہے...... پاکستان کے تیس افراد کو ایک جاگیرداری سے دنیا کے سب سے بڑے جگّے امریکہ نے مانگا۔ اس نے

برضا ورغبت اس گناہِ بارضا کو قبول کیا!...... میں پوچھتا ہوں کہاں ہیں جمہوریت کے فرزندان دوں نہاد؟...... کہاں ہیں وہ نام نہاد سرچشمۂ اقتدار عوام؟...... کہاں ہیں وہ عوام کالانعام' جو کہتے ہیں کہ عوام کی حکومت' عوام کے ذریعے عوام پر!...... ان عوام کو بچانے کے لیے ''عوام'' کہاں کھو گئے؟ عوامی نمائندے کہاں مر گئے؟ یہاں کوئی قذافی نہیں! کوئی شاہ فہد نہیں! کوئی شریعت مداری! کوئی قومی غیرت وحمیّت کا پیکر؟ کوئی انسانی محبتوں کا خوگر؟

نفیس خلیلی نے ۱۹۴۹ء میں آج کی تصویریں دیکھ لی تھیں' کچھ ایسا ہی لگتا ہے:

پاکستان ہے یا قصاب خانہ

سن ۴۹ء کا کہا' حکمرانوں نے قسط وار سچ کر دکھایا' شاید نفیس خلیلی شاعر نہیں' نجومی اور علامت شناس تھا' اس نے اس فرزندِ ناہموار کے ''چُپڑے چپڑے چکنے چکنے'' گال دیکھ کے' اسے جان پہچان کے' پیشین گوئی کر دی تھی اور خود جاگیرداروں کے ذاتی اور بالکل پرائیویٹ ''سیاسی عقوبت خانے'' کی نذر ہو گیا تھا' اسے پنجاب کے ایک خبیث، بدنظر جاگیردار کی نظر کھا گئی تھی' جیسے جالندھر کے شمس الحق کو بھوکا ''اقتدار یا'' پی گیا تھا۔ جاگیردار اقتدار یئے کی یہ عادتِ بد ہے کہ یہ نشۂ اقتدار میں اکثر ضعیف انسانوں کو پرانی شراب سمجھ کر پی جاتا ہے۔ یہ صرف طاقت کو اپنے کباب حکومت میں ہڈی سمجھتا ہے۔ اگر ہڈی ''مڑکن'' ہو تو اسے بھی چبا جاتا ہے۔ آخر شراب ناب کے ساتھ اسے کباب بھی چاہیے اور یہ کباب اسے وزارتِ داخلہ ہی دے سکتی ہے۔ موجودہ روح فرسا گرانی عوام کا کباب ہی تو بنا رہی ہے...... کباب ان کا بن رہا ہے' درد میرے جگر میں اٹھ رہا ہے۔ ان عوام کو جمہوریت کا مروڑ تو اٹھتا ہے جمہوری حقوق کا نہیں۔ یہ اپنے حقوق کے لیے پیچ و تاب کھا کے، جھنجھلا کے، اقتدار کے بدنما، مکروہ، حقیر، عوام کے معتوب چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید نہیں کرتے۔ یہ اس بت کی پوجا کرتے ہیں جو انہیں نفع نہیں دیتا بلکہ نقصان دیتا ہے جو انہیں گناہ کی معرفت بخشتا ہے، جو جھوٹ، وعدہ خلافی، سود اور حرام کاریوں کے ذریعے اقتدار کی تنگنائے سے گزرنے کا ہنر دیتا ہے جو ''سرچشمۂ اقتدار'' کو بھوک، تنگدستی، بیماری، ضعیفی، بے چارگی اور جہالت دیتا ہے۔ یہ ایسا بتِ کافر ہے جو عذابوں کو شرابوں میں بدل دیتا ہے، یہ ایسا بت طناز ہے جو تعلیم کے لیے ناروے سے ملنے والی امداد کو بھی اپنی مکاریوں، خباثتوں اور کمینہ خصلتوں کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ دھوکہ اور فریب کی ایسی کمین گاہ سجاتا ہے جس میں بڑے بڑے ابوداؤ داور اس کے ہم قافیہ اقتدار کا ''جھونگا'' اور قافیہ بن کے رہ جاتے ہیں:

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

بے اختیار لب پہ آ جاتا ہے۔ بہ ظاہر دین کے اجارہ دار اور مذہبی ڈیرے دار جب گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور اقتدار کے آگے کورنش بجا لائیں گے تو دنیا کے طلب گاروں سے گلہ کیوں؟ ان کی زبان حرص و آز اگر اقتدار کی دہلیز چاٹنے لگے تو ملال کیسا؟...... اب تو قاضی صاحب بھی نواز شریف کو محبت کا مشروط سندیسہ دیتے ہیں!

خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(۸ رمئی ۱۹۹۵ء)